منشایاد کے افسانوں میں اسلامی طرز بیان

Islamic Narrative in The Fiction of Mansha Yad

Isma Latif*
Dr. Tahira Iqbal**

Abstract
Muhammad Mansha Yaad was an exclusive Pakistani writer who always tried to uphold the principles rites of honesty and integrity in his literary work. His influential but vigilant style of description also have an Eastern theme. Oftenly he used Islamic insinuation during narrative in his fiction which makes him a reformer as well as a story writer.
Keywords: M. Mansha Yad, Fiction, Islamic Ethos, Reformer, Insinuation

اُردو کے افسانوی ادب میں منشایاد کا شمار صف اول کے افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے۔ انہوں نے زندگی کے مختلف شعبوں کی ترجمانی اپنے مخصوص مثبت نقطہ نظر سے کی ہے اور اپنا انفرادی اسلوب وضع کیا۔ منشایاد کے افسانوں کا مطالعہ کرنے کے بعد ایک بات جو واضح طور پر محسوس کی جاسکتی ہے۔ وہ ہے ان کا خاص محتاط پن جو مشرقی بلکہ اسلامی اظہار بیان کا خاصا ہے۔ اُن کا بیانیہ کہیں بھی اسلامی تعلیمات سے متصادم نہیں بلکہ کہیں کہیں تو وہ باقاعدہ مبلغ اور واعظ نظر آتے ہیں۔ لیکن اس انداز بیان میں وہ بحیثیت افسانہ نگار بھی اپنا کردار بخوبی ادا کرتے ہیں۔

محمد منشایاد (تعارف)

محمد منشایاد 5 ستمبر 1937ء میں عید الفطر کے روز پیدا ہوئے۔ آج سے تقریباً آٹھ دہائیاں پہلے کا وہ دور جب منشایاد نے اس دنیا میں آنکھ کھولی۔ ہندوستان اپنی آزادی کی جنگ لڑ رہا تھا۔ خطے کا ادبی منظر نامہ بدل چکا تھا اور جغرافیائی تبدیلیاں بھی عنقریب رونما ہونے والی تھیں۔ ایک خود مختار مملکت کے طور پر پاکستان کے قیام کے آس پاس ابھرنے والے ادیبوں میں منشایاد ایک اہم نام ہے۔ نو آزاد مملکت اس نسل کے ادیبوں کے لیے ایک تخلیقی چیلنج تھا۔ منشایاد ان محدودے چند ادباء میں شامل ہیں جنہوں نے نہ صرف اس چیلنج کو قبول کیا بلکہ اپنی مذہبی اور مثبت معاشرتی روایات سے منسلک رہتے ہوئے مملکت کے ادب و فن کی ایک نئی واضح اور منفرد شناخت قائم کی۔ منشایاد کے آباء علم حکمت سے انسانیت کے عارضوں اور دکھوں کو دور کرتے تھے اور منشا نے اپنی تحریروں کے ذریعے انسانیت کی دکھی روح کا علاج کرنے کی بھرپور سعی کی۔ والد کی حکمت اور والدہ کی علم و ادب سے رغبت نے منشایاد کے بچپن کو ایک زرخیز ماحول فراہم کیا۔ قصے کہانیوں کے ساتھ منشا کا پہلا تعلق

* Ph.d Urdu Scholar, Department of Urdu, GC Women University, Faisalabad
Email: selvaahmad17@gmail.com
** Professor, Department of Urdu, GC Women University, Faisalabad

اُن کی والدہ نے جوڑا اور یہی تعلق منشایاد کی تخلیقیت کی اساس بنا۔

والدہ کے رکھے گئے نام ''محمد منشا'' کے متعلق دوسرے بچوں کے تنگ کرنے کی وجہ سے والدہ سے شکایت کی کہ: ''آپ نے میرا کیا یونہی سا نام رکھ دیا۔''(1) والدہ (بشیراں بی بی) نے اس ننھے باذوق کو اُس کے نام سے جڑی مذہبی کہانی سنائی جو مختصراً کچھ یوں ہے کہ حضرت یعقوبؑ کے بیٹے اور حضرت یوسفؑ کے بھائی یہودا کا جوش بہت غضبناک تھا، غضب کے عالم میں اس کی چنگھاڑ سے لوگ بے ہوش اور ہلاک ہو جاتے اور اُس کے جسم کے بال کھڑے ہو جاتے اور لباس چھید کر باہر آ جاتے۔ حضرت یوسفؑ نے اپنے ایک بیٹے کو حکم دیا کہ وہ حالت غضب میں یہودا کی پشت پر ہاتھ رکھ دے، لہٰذا اُس نے ایسا ہی کیا: ''جس طرح بجلی کے کوندے کو زمین دوز کر دیا جاتا ہے یہودا کا سارا غضب جاتا رہا۔''(2)

حضرت یعقوبؑ کے اس بیٹے کا نام منشا بتایا جاتا ہے۔ ماں جی نے نہ صرف ''محمد منشا'' کو اُس کی ''منشا'' کے مطابق مطمئن کیا بلکہ دعا بھی دی: ''میری خواہش اور دعا ہے کہ تم میں اس نام کی خوبی پیدا ہو جائے تم شر کو چھوڑ کر خیر میں بدل سکو۔''(3) اسی دعا کی قبولیت میں منشا نے اپنے قلم سے دنیا کے شر کو خیر میں بدلنے کی پُر خلوص کوشش کی اور ہمارے لیے ادب میں سبق آموز کہانیوں کا موثر ذخیرہ چھوڑا۔

افسانے کے ارتقاء کے سفر میں مذہبی اور سماجی اقدار کے ساتھ منسلک رہنے کے متعلق راقمہ یہاں پروفیسر گوپی چند نارنگ کے ان اعزازی کلمات کو پیش کرنا چاہے گی جو امجد اسلام امجد کے مرتب کردہ مجموعہ ''منشایاد کے بہترین افسانے'' کے آغاز میں ''محمد منشایاد۔۔۔ایک قصہ گو'' کے عنوان سے شائع ہیں:

''جدیدیت کے بخار نے افسانے میں سرسام کی سی کیفیت پیدا کر دی تھی اور ایک ایسا وقت بھی آیا تھا۔ جب یہ مریض بچتا دکھائی نہیں دیتا تھا ایسے میں جو نوجوان لوگ مسیحا بن کر اُبھرے میرے نزدیک ان میں منشایاد کا نام سب سے اوپر ہے۔''(4)

اسلامی درس و واعظ کا انداز

منشایاد نے افسانوں کا آغاز کرنے میں مختلف انداز اپناتے ہیں۔ چند افسانوں کا آغاز خالصتاً اسلامی درس و واعظ کے اسلوب کا حامل ہے۔ حمد و ثنا سے آغاز کرتے ہوئے استدلال کو مزید موثر بنایا گیا ہے۔ منشایاد اس گر سے خواب واقف تھے کہ ان کے قاری کس طرح تحریر کے سحر میں گرفتار ہو سکتے ہیں۔ وہ اپنے افسانوں کا آغاز اس انداز سے کرتے ہیں کہ پڑھنے والا اس سے منسلک ہو کر آگے پڑھے بغیر رہ ہی نہیں سکتا اور اپنے گرد و نواح کو فراموش کرتے نکتہ عروج سے ہوتا ہوا اختتام تک پہنچتا ہے۔

افسانہ زوال سے پہلے کا آغاز قرآن پاک کی سورت عصر کے ترجمے سے کیا گیا ہے:

''زمانے کی قسم انسان دراصل بڑے خسارے میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے اور آپس میں حق کی پیروی اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔''(5)

عظیم فنکار جذبے اور فکر کی آمیزش سے اپنی تخلیق کو زندگی دیتا ہے، بالکل اسی طرح خوبصورت نثر بھی جذبے کو نظر انداز کرے۔ صرف

فلسفہ و فکر سے وجود میں نہیں آسکتی۔ منشایاد نے ادبی زندگی کے آغاز میں شاعری بھی کی تھی۔ اگرچہ بعد میں انہوں نے اپنے لیے افسانہ نگاری کے میدان کو پسند کیا۔ لیکن ان کی کہانیوں میں شاعرانہ فنی مہارتوں کو بھی خوب کامیابی سے آزمایا گیا ہے جن میں اسلامی رنگ کی جھلک بھی نظر آتی ہے۔ افسانہ ''رکی ہوئی آوازیں'' قصہ گوئی کے عناصر اور ایک نرم و ملائم ناصحانہ انداز کا حامل ہے۔ یوں تو پورا افسانہ نثر اور شاعری کا خوبصورت امتزاج ہے لیکن آغاز زیادہ قابل توجہ ہے جو خالصتاً اسلامی فضا تشکیل دیتا ہے۔ حمد و ثناء کے باقاعدہ آغاز سے قاری شروع ہی میں افسانہ نگار کا ہم خیال ہو جاتا ہے۔

''سب سے پہلے حمد اس رب کی جو معاف کر دینے والا اور بے حد مہربان ہے اور جو جانتا ہے سب کچھ۔۔ دلوں کے اندر اور باہر اور جس سے چھپی ہوئی نہیں ہیں خباثتیں اور منافقتیں فتنہ و فساد کرنے اور نفاق ڈالنے والوں کی۔ بے شک وہی بچانے والا ہے اپنے بندوں کو بدی اور شر کی عفریتوں، دیوانے کتوں اور آدمی آدمی جتنے بچھوؤں سے جن کی سانسوں سے تعفن پھیلتا اور باد مشرق مسموم ہوتی ہے۔۔ بے شک وہی تعریف کے لائق ہے، اور وہی ناتوانوں کو توانائی بخشنے والا ہے، اس کے بعد سناتے ہیں تمہیں ایک قصہ۔۔''(6)

''ماس اور مٹی'' کا آغاز بھی اسلامی رنگ میں کیا گیا ہے۔ حمد و ثنا اور نعت کے بعد مثالی زندگی گزارنے والے عظیم لوگوں پر سلامتی بھیجی گئی ہے اور پھر اصل موضوع کی طرف آنے کا اعلان کرتے ہوئے قصہ کا آغاز کیا گیا ہے۔

''سب سے پہلے حمد اس رب کی جس کی قدرتوں کا کچھ شمار نہیں، اس نے لاکھوں کروڑوں دنیائیں کہکشائیں اور چاند سورج پیدا کئے۔۔ اس نے دس لاکھ میل قطر کا سورج بنایا اور اسے کائنات میں ایک نقطے کی حیثیت بخشی۔۔۔

پھر درود اس نبی ﷺ پر جس نے بادشاہوں کو فقیری اور فقیروں کو بادشاہت دے کر ایک ہی صف میں کھڑا کر دیا۔۔

حمد و نعت اور اس تمہید کے بعد اب میں اصل موضوع کی طرف آتا ہوں۔''(7)

افسانوں کے دورانیہ میں بعض حصے انتہائی علمی تبلیغی اور اصلاحانہ بحث کے حامل ہیں۔ یہ واعظانہ انداز کئی دفعہ غیر افسانوی انداز اختیار کر لیتا ہوں۔ لیکچر پلانے کے اس ناصحانہ انداز کی مثالیں زیادہ تو نہیں ہیں لیکن کہیں کہیں ایک ناصح، افسانہ نگار پر غالب آکر اپنے خیالات کا اظہار خطیبانہ انداز میں کرتا ہے:

''لوگو۔۔۔ اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری بستی وقت سے پیچھے نہ رہ جائے تو انصاف قائم کرو۔۔ انصاف ہی نیکی اور راست بازی ہے اور تم ظلم اور ناانصافی کرنے والے ہاتھوں کو پہچانو اور انہیں ایسا کرنے کی ہرگز اجازت نہ دو ورنہ تمہارا شمار ظالموں میں ہو گا۔''(8)

اسلامی تلمیحات کا استعمال

تلمیح منشایاد کے اسلوبیات کا اہم پہلو ہے۔ اس حوالے سے وہ اپنی منفرد پہچان رکھتے ہیں۔ یہ تلمیح ان کے افسانوں میں داخل اور خارج دونوں حوالوں سے نمایاں ہے۔ لیکن یہ عبارت کے خارجی حسن کے اضافے کے لیے شعوری انداز بیان نہیں اور نہ ہی تقلید کی کوشش ہے۔ البتہ

اس روایت سے اس کا تعلق بہت گہرا ہے جو مشرقی ادب کی مخصوص پہچان ہے۔ یہ تلمیحاتی انداز کہیں جامد کہیں سیال اور کہیں مخصوص دور کی لہر کی مانند محسوس ہوتا ہے۔

منشایاد کا اسلوبیاتی نظام تلمیح کی کئی صورتوں سے مزین ہے۔ کہانیوں کے بیان کے پس منظر میں مذہبی قصوں کی بازگشت اظہار کے امکان کے ساتھ موضوعات کو بھی وسعت عطا کرتی ہے۔ مجموعہ ''خلا اندر خلا'' کے افسانے ''کاشی''، ''بوکا'' اور ''تماشا'' میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی قربانی کے حوالے شامل ہیں۔

''کوئی باپ اپنے بیٹے کی گردن پر چھری نہیں چلا سکتا، نہ ہی اللہ کے پیغمبروں کے سوا کسی میں اتنی ہمت اور حوصلہ ہو سکتا ہے۔''(9)

پیغمبروں کی اعلیٰ حوصلگی کے مقابلے میں عام آدمی کی شخصی کمزوری کا بیان کچھ اس طرح کرتے ہیں:

''اگر اس کے گلے پر چھری رکھ کر مجھے کسی ناکردہ گناہ کا اعتراف کرنے پر مجبور کیا جائے تو میں اس کے گلے پر چھری نہیں چلنے دوں گا۔''(10)

عہد حاضر میں افراد ہمہ وقت ہنگامی صورت حال سے دوچار ہیں ایسے میں کون ہو گا جو دوسروں کے لیے یا عظیم مقاصد کے لیے اپنا اور اپنے پیاروں کا مفاد قربان کر سکتا ہے۔ ابتری اور بدحالی کو دور کرنے کے لیے صبر آزما کوششوں کی بجائے وقتی اور ذاتی مفاد کو تقدیم حاصل ہے۔ اس خود غرضی کی فضا میں بے لوث جذبات ناپید ہیں۔

اسی مضمون کو بیان کرنے کا ایک اور ناصحانہ انداز ''دام شنیدن'' سے ملاحظہ کریں:

''کسی ہم زبان کو ذبح کرنا کتنا مشکل کام ہے اس کے لیے پیغمبر کا حوصلہ درکار ہوتا ہے انہیں بھی آنکھوں پر پٹی باندھنا پڑتی ہے۔''(11)

افسانہ ''کاشی'' میں سے مزید ایک مثال قابل دید ہے:

''وہ کتنے عظیم اور غیر معمولی انسان تھے جو اپنے بیٹوں کو راہ حق میں قربان کر دینے کا حوصلہ رکھتے تھے۔''(12)

افسانہ ''بوکا'' اور ''تماشا'' میں چونکہ فکری دبازت در آتی ہے۔ یہاں تلمیح کا معکوس انداز نظر آتا ہے۔ کہانی میں تلمیح کا حوالہ تو موجودہ لیکن باپ کا آنکھوں پر پٹی نہ باندھنا اور دنبے کی جگہ بیٹے کا قربان ہو جانا کہانی کی معنوی گہرائی میں اضافہ کرتا ہے۔ گویا یہ تلمیح کا وہ انداز ہے جو موضوع میں اپنی ضرورت کے مطابق حصہ ڈالتا ہے:

''میں نے دیکھا وہ کہتا ہے سفید سفید اون اور بھاری خوبصورت چکی والا۔۔۔ میں چھری لیے اس کے پیچھے بھاگتا ہوں۔۔ کہتا ہوں بزدل اللہ کی راہ میں جانے سے ڈرتے ہو؟ میری بات سن کر وہ رک جاتا ہے اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں اور وہ گردن جھکا کر کہتا ہے: اچھا۔۔ جیسے اس کی رضا۔ میں اسے زمین پر لٹاتا ہوں گردن پر چھری رکھتا ہوں اور چلانا چاہتا ہوں وہ کہتا ہے آنکھوں پر پٹی باندھ لو۔ میں آنکھوں پر پٹی نہیں باندھتا اور اللہ اکبر پڑھ کر چھری چلا دیتا ہوں اور یہ دیکھ کر میری چیخ نکل جاتی ہے کہ اس کی جگہ تم ذبح ہوئے پڑے ہو۔ استغفار بیٹے۔۔ اللہ تمہاری عمر دراز کرے۔''(13)

احکامات الٰہی کو تسلیم نہ کرنے پر آج کا دور زیر عتاب ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے حکم خداوندی سے آنکھوں پر پٹی باندھی تو بیٹے کی جگہ مینڈھا ذبح

ہوتا ہے۔ لیکن آج کا انسان نافرمانی کے بدلے میں عذاب الٰہی کو دعوت دے رہا ہے۔ یہی معکوس صورت افسانہ ''تماشا'' میں بھی نظر آتی ہے۔ یوں منشایاد کے افسانوں میں تلمیح روایات کے ساتھ بھی منسلک ہے اور ان کے اپنے عہد کی ترجمانی میں بھی شریک ہے۔

''ابابیلیں ہیں پتر، ہاں ابا۔۔ پورا لشکر ہے۔۔ داناد نکاڈھونڈ رہی ہوں گی پُتر۔۔ کیا پتہ کچھ اور ڈھونڈ رہی ہوں۔۔ اور کیا پتہ ہاتھیوں کو ابا۔۔ نہیں پتر۔۔ یہ وہ ابابیلیں نہیں ہیں۔۔ یہ تو ہاتھوں پر بیٹھ کر چہچہاتے اور چوگ بدلنے والی ابابیلیں ہیں۔''(14)

مذہبی واقعات کا بیان قدیم حقیقی اور عصری دونوں سطح پر ملتا ہے۔ افسانہ ''پنجرے میں بسیرا'' میں حضرت آدمؑ کے جنت چھوڑنے کے واقعہ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''باوا آدم کو حوا مل گئی تھی تو انہوں نے اللہ کی جنت چھوڑ دی تھی، آدم زاد ہو کر وہ کیا ایک ارضی حویلی نہیں چھوڑ سکتا تھا۔''(15)

اسی حوالے سے درج ذیل مثالوں میں قدیم مذہبی واقعات کے ساتھ ساتھ دور حاضر کی صورت حال بھی عیاں کی گئی ہے۔

''مجھے عورت کے وجود سے نفرت ہے، وہ شیطان کے بہکاوے میں آسانی سے آجاتی ہے اور اس نے ہمیں جنت سے محروم کیا۔''(16)

''عرب کے قدیم لوگ ٹھیک ہی کرتے تھے، لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ زمین میں دفن کر دیتے تھے۔''(17)

منشایاد نے عام سی باتوں کو بھی اس طرح بیان کیا ہے کہ وہ غیر معمولی معلوم ہونے لگتی ہیں۔ وہ زندگی کی گہرائیوں سے موضوعات کا انتخاب کرتے ہیں اور اُن کے ہاں زندگی کے تعلق سے ایسے تجربات کا بیان ہے جو انہوں نے براہ راست خود محسوس کیا ہے۔ وہ زندگی کو روایت اور جدت دونوں حوالوں سے دیکھتے ہیں۔ اپنے تجربات و مشاہدات کو بیان کرنے کے لیے مذہبی قصوں کو اس طرح استعمال کرتے ہیں کہ معنی کے نئے چراغ روشن ہوتے چلے جاتے ہیں۔ مثلاً

''ہم اپنے خوبصورت ترین بچے سے زیادہ پیار کرتے ہیں اور خواہ ہمارے قدموں میں گیارہ کڑیل جوان بیٹھے ہوں، بارھویں خوبصورت بیٹے کی جدائی میں ہماری آنکھیں روزن دیوار زنداں بن جاتی ہیں۔''(18)

افسانوں میں مذہبی اور روایتی قصوں کے حوالے نہ صرف بیانیہ کو روانی عطا کرتے ہیں بلکہ قاری کی علمیت کا اعادہ کرتے ہیں۔ افسانہ ''اندھیرے سے اندھیرے تک'' میں حضرت آدمؑ کی پسلی سے اماں حوا کی پیدائش کے واقعہ کی تلمیح محض ایک سرسراہٹ کے انداز سے گزر جاتی ہے۔

''اس روز بوڑھے دن کی پسلی سے قبل از وقت شام پیدا ہوئی۔''(19)

حضرت یوسفؑ کے قید خانے میں خواب، حسن یوسف کی بازار میں نیلامی اور ایک بڑھیا کا سوت کی اٹی کے بدلے حسین غلام کو خریدنے کے لیے جانا، ان تمام واقعات کے حوالے مختلف افسانوں میں اکثر ملتے ہیں۔

''ہے کوئی خریدنے والا۔۔ ایک حسین، لطیف اور خوش طبع عبرانی غلام کو جس کی نظیر دنیا میں نہیں۔۔ ہمارے سوا اسے کون خرید سکتا ہے۔۔ بادشاہ نے پرجوش آواز میں کہا۔۔ مالک سے پوچھو کیا مانگتا ہے ہم اسے ہر قیمت پر خریدنا چاہتے ہیں۔''(20)

یہ مذہبی واقعات موجودہ حالات و واقعات کی روایت اور قدامت کے ساتھ انسلاک کو ظاہر کرتے ہیں وقت بدل گیا ہے چہرے بدل گئے ہیں لیکن آج بھی دنیا کے بازار میں انمول نعمتوں کی ظالمانہ بولیاں لگائی جاتی ہیں۔ عیاری کے جھوٹے خدا آج بھی خوبصورت معصومیت کو ہر قیمت پر خرید لینے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

حضرت یوسفؑ کے خوبصورت قصے کو منشایاد نے اپنے افسانوں میں کئی مقامات پر اشارتاً اور کہیں تفصیلاً بیان کیا ہے۔ ملاحظہ کریں:

''یوسف علیہ السلام کا نیلام ہونے لگا جس کے پاس جو تھا لے دوڑا، ایک بڑھیا سوت کی ایک اٹی لے کر آ گئی تھی۔''(21)

حضرت یوسفؑ کے زر و جواہرات میں تولے جانے کے منظر کو کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

''وزیروں کو حکم ہوا، شاہی خزانہ لایا جائے اور ایک بڑے ترازو کا انتظام کیا جائے۔ آن کی آن میں شاہی حکم کی تعمیل ہو گئی، ترازو لایا گیا مسلح پہریداروں کی نگرانی میں سروں پر زر و جواہرات کے بڑے بڑے طشت اٹھائے، باوردی غلام حاضر ہو گئے، نو عمر پژمردہ غریب الدیار بردے کو کو ایک پلڑے میں بٹھا دیا گیا، دوسرے پلڑے میں سونے کی خالص مہروں اور جواہرات سے بھرے طشت الٹائے جانے لگے، خلقت دم بخود رہ گئی جب باری باری سارے طشت خالی ہو گئے مگر بردے والا پلڑا زمین سے نہ اٹھ سکا، خازن کو پسینہ آ گیا، امیر وزیر انگشت بدندان نظر آنے لگے۔''(22)

''ایک تھی فاختہ'' میں بھی حضرت یوسفؑ کے خوبصورت مذہبی واقعہ کا حوالہ ملتا ہے:

''حضرت یوسفؑ کو ان کے بھائیوں نے کنویں میں پھینک دیا تو اس وقت کنویں کے پاس ایک درخت پر ایک فاختہ بیٹھی یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی اس نے یہ بات ساری دنیا کو بتائی آج بھی جہاں بیٹھتی ہے بلند آواز میں یہی پکارتی ہے ددد گھگھو گوہ۔۔ یوسف کھوہ''(23)

افسانہ ''دیدہ یعقوب'' کا عنوان بذات خود ایک تلمیح ہے۔ اس میں منشایاد نے حضرت یوسفؑ کے واقعے کی مذہبی صداقت کو نہ صرف قائم رکھا بلکہ اسے افسانے کی کہانی سے ہم آہنگ کرتے ہوئے اپنے عہد کے حقائق کی ترجمانی بھی کی ہے۔ والدین خصوصاً والد کے بیٹے سے محبت اور انتظار کی شدت کو واضح کرنے کے لئے حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ کی محبت اور انتظار کے حوالے موجود ہیں۔

''مجھے یاد آتا ہے میرے لڑکپن میں ابا کو داستان حضرت یوسفؑ بہت پسند تھی۔۔ ماں جی بتاتی تھیں کہ وہ زیادہ تر وہی حصے پڑھتے تھے جن میں بیٹے کی جدائی میں حضرت یعقوبؑ کی حالت زار کا بیان ہوتا۔۔۔ آخری عمر میں جب وہ پڑھ نہیں سکتے تھے تب بھی لیٹے ہوئے بلند آواز میں فراقیہ دوہڑے پڑھتے رہتے تھے۔''(24)

حاصل بحث

ان دلفریب تلمیحات نے منشایاد کے افسانوں میں مسلمانیت اور پاکیزگی کا سماں بنا دیا ہے۔ تلمیح منشایاد کے یہاں علامتوں کے تسلسل کی اہم کڑی ہے جس نے ان کے تخیل اور مشاہدے کے نت نئے گوشوں کو بے نقاب کیا ہے۔ اس سے ابلاغی سطح کو مزید تحریک ملتی ہے۔ منشایاد قارئین کے عقائد، تجربات اور مشاہدات کی مماثلت سے استفادہ کرتے ہوئے ابلاغ کو موثر ترین بنانے کے لیے مذہبی واقعات کو کامیاب وسیلہ بنانے

میں مہارت رکھتے ہیں۔ 1960ء کے بعد غالب رجحان کے مطابق جب دوسرے جدید افسانہ نگار مثلاً انتظار حسین، جوگیندر پال، بلراج، مسعود اشعر، انور سجاد اور رشید امجد وغیرہ غیر مانوس علامتیں، پیچیدہ اور غیر مرکب پلاٹ اور کلیدی جملوں کی تکرار خاص طور پر قابل ذکر حد تک استعمال کر رہے تھے۔ اُس وقت منشایاد نے اپنے فن کی بنیادیں جدت کے ساتھ ساتھ روایتی اسلامی داستانوں اور تلمیحات پر استوار کرتے ہیں۔ منشایاد کے افسانوں کا مطالعہ ہمیں احساس دلاتا ہے کہ ان کے ہاں اسلوبیاتی محاسن کا استعمال ترسیل معانی کو بھرپور اور زرخیز بنانے کے لیے کیا گیا ہے۔ ان داستانوں اور قصوں میں انسانی زندگی کے لیے رہنمائی اور فکر کا عنصر شامل ہے۔

References

1. Muhammad Mansha Yad, Waqt Samundar, Debacha, (Islamabad: Modern Book Dippo, December, 1986).
2. Muhammad Mansha Yad, Waqt Samundar, Debacha, (Islamabad: Modern Book Dippo, December, 1986).
3. Muhammad Mansha Yad, Waqt Samundar, Debacha, (Islamabad: Modern Book Dippo, December, 1986).
4. Amjad Islam Amjad, (Murattab) Mansha Yad Key Behtreen Afsanay (Nai Dehli: Adb Publications, 1993), 8.
5. Muhammad Mansha Yad, Zawal Se Pehlay, Mashmoola, Men Apney Afsanoon Men Tumhey Phirr Miloon Ga, (Islamabad: National Book Foundation, 2011), 351.
6. Muhammad Mansha Yad, Ruky Hoi Awazain, Mashmooola, Mas or Mitti (Islamabad: Modern Bookdepo, 1980), 49.
7. Muhammad Mansha Yad, Ruky Hoi Awazain, Mashmooola, Mas or Mitti (Islamabad: Modern Bookdepo, 1980), 50.
8. Muhammad Mansha Yad, Dhoop Dhoop Dhoop, Mashmoola, Men Apney Afsanoon Men Tumhey Phirr Miloon Ga, (Islamabad: National Book Foundation, 2011), 208.
9. Muhammad Mansha Yad, Tamasha, Mashmoola, Tamasha, (Islamabad: Dost Publisher), 133.
10. Muhammad Mansha Yad, Kashi, Mashmoola, Khala Ander Khala, (Rawalpindi: Matbooaat Hurmal, 1983), 145.
11. Muhammad Mansha Yad, Kashi, Mashmoola, Khala Ander Khala, (Rawalpindi: Matbooaat Hurmal, 1983), 145.
12. Muhammad Mansha Yad, Kashi, Mashmoola, Khala Ander Khala, (Rawalpindi: Matbooaat Hurmal, 1983), 145.
13. Muhammad Mansha Yad, Boka Mashmoola, Khala Ander Khala (Rawalpindi: Matbooaat Hurmal, 1983), 15.
14. Muhammad Mansha Yad, Tamasha, Mashmoola, Tamasha, (Islamabad: Dost Publisher), 135.
15. Muhammad Mansha Yad, Thohar ka Kanta, Mashmoola, Khala Ander Khala, (Rawalpindi: Matbooaat Hurmal, 1983), 146.
16. Muhammad Mansha Yad, Thohar ka Kanta, Mashmoola, Khala Ander Khala, (Rawalpindi: Matbooaat Hurmal, 1983), 146.
17. Muhammad Mansha Yad, Thohar ka Kanta, Mashmoola, Khala Ander Khala, (Rawalpindi: Matbooaat Hurmal, 1983), 147.
18. Muhammad Mansha Yad, Dewar-e-Girya, Mashmoola, Khala Ander Khala, (Rawalpindi: Matbooaat Hurmal, 1983), 105.
19. Muhammad Mansha Yad, Andher se Andhery Tak, Mashmooola, Mas or Mitti (Islamabad: Modern Bookdepo, 1980), 117.

20. Muhammad Mansha Yad, Rapleeka, Mashmoola, Men Apney Afsanoon Men Tumhey Phirr Miloon Ga, (Islamabad: National Book Foundation, 2011), 421.
21. Muhammad Mansha Yad, Rapleeka, Mashmoola, Men Apney Afsanoon Men Tumhey Phirr Miloon Ga, (Islamabad: National Book Foundation, 2011), 422.
22. Muhammad Mansha Yad, Rapleeka, Mashmoola, Men Apney Afsanoon Men Tumhey Phirr Miloon Ga, (Islamabad: National Book Foundation, 2011), 422.
23. Muhammad Mansha Yad, Fakhta, Mashmoola, Door ki Awaz (Lahore: Pakistan Books, 1994), 18.
24. Muhammad Mansha Yad, Deeda-E-Yaqeoob, Mashmoola, Tamasha, (Islamabad: Dost Publisher), 60.